سوال

حدیث : "آدمی سے نہیں پوچھا جائیگا کہ اس نے بیوی کو کس بنا پر مارا ؟

جواب

الحمدللہ

اول :

ہم نے آپ کے سوال میں حکمت کا مطالعہ کیا ہے ، اس لیے ہم حسن سوال پر تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے ، اوراسی طرح فکر بھی اچھی ہے ، اور حسن تدبر پر جتنی تعریف کی جائے کم ہے ہمیں محسوس ہوا ہے کہ قبول علم اور مسائل کا مطالعہ کرنے کی استعداد پائی جاتی ہے

ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کو اس دین حنیف اور دین قیم جو کہ دین وسط ہے اور دین حنیف اور آسان دین ہے کی طرف ہدایت دی کہ اللہ اوراس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں ، اوراللہ کے رسولوں میں سے کسی بھی رسول میں فرق نہ کریں

ان شاء اللہ آپ سمجھ سکیں گی کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے ، اور حق وباطل میں تمیز کر سکیں گی ، ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ شرعی علم کا حصول جاری رکھیں ، اور حصول علم کے لیے ہمت زیادہ کریں ، کیونکہ یہ علم وہ نور ہے جس سے اللہ سبحانہ وتعالی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے

دوم :

رہی سوال میں بیان کی گئی حدیث کے متعلق تو وہ حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"آدمی سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ اس نے اپنی بیوی کو کس بنا پر مارا"

سنن ابوداود حدیث نمبر (2147) سنن نسائی الکبری (372/5) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1987) مسند احمد (275/1) وغیرہ سب نے ہی درج ذیل طریق سے اسے روایت کیا ہے :

داود بن عبد اللہ الاودی عن عبد الرحمن المسلی عن الاشعث بن قیس عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بہ

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند عبد الرحمن بن المسلی کی بنا پر ضعیف ہے ، کیونکہ اسے کسی بھی اہل علم نے ثقہ قرار نہیں دیا بلکہ ابن حجر رحمہ اللہ تہذیب التہذیب (304/6) میں ابوالفتح الازدی سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے ، اوراس کے بارہ میں کہا ہے کہ : فیہ نظر اوراس کے بعد یہ حدیث ذکر کی ہے

اس لیے علماء حدیث نے اس حدیث پر ضعف اور رد کا حکم لگایا ہے ، ان علماء حدیث میں درج ذیل علماء شامل ہیں :

ابن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"یہ صحیح نہیں " انتہی

دیکھیں : بیان الوھم والایھام (524/5).

اور امام ذھبی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اس میں عبدالرحمن بن المسلی ہے جو کہ معروف نہیں " انتہی

دیکھیں : میزان الاعتدال (602/2).

اور شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اس کی سند ضعیف ہے " انتہی

دیکھیں : مسند احمد (77/1).

اسی طرح موسستہ الرسالۃ کے زیر طبع نسخہ کے محققین نے بھی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (98/7) میں اسے ضعیف کہا ہے

سوم :

بالفرض اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو اس حدیث میں اہل علم کی شرح قبول اور صحیح ہوگی، جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کو ایسے امور میں دخل نہیں دینا چاہیے جو ان کے متعلق نہیں ہے

چنانچہ اگر کسی شخص کو پتہ چلے کہ کسی شخص اور اس کی بیوی کے مابین اختلافات پیدا ہوگئے ہیں اور اسے علم ہو کہ شدید اختلافات کے نتیجہ میں خاوند نے بیوی کو مارا بھی ہے تو اس کے جائز نہیں کہ گھر کے راز اور بھید تلاش کرتا پھرے

اور اسے ان کے پوشیدہ رازوں پر اطلاع کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ سوء ادب اور قلت ذوق کہلاتا ہے، لیکن اگر آدمی اہل اصلاح میں شامل ہوتا ہو، اور اس کے ظن غالب میں ہو کہ وہ اختلاف کو ختم کرانے کے لیے مشورہ دے سکتا اور معاونت کر سکتا ہے، تو پھر اس وقت اسے مشکل اور اس کے اسباب کے بارہ میں سوال کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن اگر طرفین اس کے فیصلہ اور دخل اندازی کو قبول کریں تو پھر

فقہاء کرام کے اقول اور شارحین حدیث کی شرح اس معنی پر دلالت کرتی ہے :

ابن قدامہ رحمہ اللہ اس کی تعلیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے بیوی کو مباشرت کی بنا پر مارا ہو یعنی : بیوی مباشرت سے انکار کرتی ہو اور اگر وہ اس کے متعلق بتائے تو اسے شرم آتی ہے، اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور بتائے تو یہ جھوٹ ہوگا " انتہی

دیکھیں : المغنی (168/8).

اور مناوی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"یعنی : اسے اس سبب کے بارے میں دریافت نہیں کیا جائیگا جس کی بنا پر اس نے بیوی کو مارا ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے اس کے بتانے سے بیوی کی ستر پوشی نہیں رہے گی، اور ہو سکتا ہے کہ اسے ایسی بنا پر مارا ہے جس کا بتانا قبیح معلوم ہو مثلا جماع و مباشرت، اور یہ ممانعت اس کے ساس اور سسر کو بھی شامل ہے " انتہی

دیکھیں : فیض القدیر (515/6).

اور امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" فصل : بغیر کسی ضرورت کے آدمی سے سوال کرنا کہ اس نے بیوی کو کیوں مارا یہ مکروہ ہے، ہم نے کتاب کے اول میں " حفظ لسان " کے بارہ میں احادیث روایت کی ہیں، اور جس میں مصلحت ظاہر نہ ہو اس میں خاموش رہنے میں احادیث بیان کی ہیں، اور اسی طرح یہ صحیح حدیث بھی ذکر کی ہے کہ :

" آدمی کے حسن اسلام میں داخل ہے کہ وہ ایسی چیز کو چھوڑ دے جو اس کے متعلق نہیں ہے " انتہی

دیکھیں : الاذکار (374).

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" حدیث کا معنی یہ ہے کہ :

وہ شخص جو اللہ کا تقوی اختیار کرنے والا ہے جو ان تین مراتب کے آخر تک گیا جس کا اللہ تعالی نے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے :

اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بددماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو، اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو، اور انہیں مار کی سزا دو، پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالی بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے النساء (34).

چنانچہ مارنا آخری درجہ اور مرتبہ ہے، ہوسکتا ہے آدمی اپنی بیوی کو کسی ایسے کام کی وجہ سے مارے جس کے بیان کرنے میں وہ شرماتا ہو، اس لیے جب آدمی کے تقوی کا علم ہو جائے، اور اس نے اپنی بیوی کو مارا ہو تو پھر اسے اس کے بارہ میں سوال نہیں کیا جائیگا

یہ تو اس صورت میں ہے جب حدیث صحیح ہو، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے

لیکن وہ شخص جو بری سیرت رکھتا ہو تو اس سے سوال کیا جائیگا کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا؛ کیونکہ اس کے اندر تقوی نہیں ہے جو اسے بیوی پر ظلم کرنے سے اور مارنے سے روکے، جس میں بیوی مار کی مستحق نہ تھی " انتہی

دیکھیں : شرح ریاض الصالحین (512/1).

عزیز سوال کرنے والی بہن : جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے ہوسکتا ہے حدیث کا وہ معنی نہ ہو جو پہلی بار اس سے سمجھا جاتا ہے، اور خاص کر جب اس موضوع کے بارہ میں باقی احادیث کا علم موجود نہ ہو

چنانچہ شریعت میں تو آدمی کو حق یا باطل پر اپنی بیوی کو مارنے کی اجازت دینا بہت دور کی بات ہے، اور پھر اسے اس مرتبہ پر لایا جائے کہ اس سے اس بارہ میں باز پرس ہی نہ ہو یہ نہیں ہوسکتا کہ اسے پورا حق اور طاقت حاصل ہے

جیسا کہ اس سے یہی کچھ وہ شخص سمجھے گا جسے حدیث کا مقصود اور مراد معلوم نہیں، یہ تو اس صورت میں ہے جب اس حدیث کو بالفرض صحیح تسلیم کیا جائے، بلکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے مارنا تو ایک ایسی حالت میں ہے جس میں بیوی ازدواجی زندگی میں سرکشی پر اتر آئے اور بات نہ مانے، بالکل اس کی حالت اس بیماری کی ہو جائے جسے علاج کی ضرورت ہو، اور خاوند اس علاج کے بغیر معاشرت نہ کر سکتا ہو، تو یہاں مرد کا دور شروع ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے مریض کو تکلیف دہ زخموں کی جراحت اور آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے

ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اللہ کی بندیوں کو مت مارو"!!

تو عمر رضی اللہ تعالی عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کرنے لگے :

" عورتیں اپنی خاوند سے سرکشی کرنے لگی ہیں ؟!

چنانچہ انہیں مارنے کی اجازت دے دی گئی "

چنانچہ بہت ساری عورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جا کر اپنے خاوندوں کی شکایت کرنے لگیں ؟!

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"بہت ساری عورتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آ کر اپنے خاوندوں کی شکایت کر رہی ہیں، یہ لوگ تم میں سے اچھے نہیں ہیں"

سنن ابو داود حدیث نمبر (2146) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے

آپ ذرا غور کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مار کی اجازت کا علاج کس طریقہ سے کیا جو کہ گھروں میں ایک معاشرتی مشکل تھی اس کا علاج کیا، بالکل اسی طرح جس طرح کسی دوسری مشکل کا علاج کرتے ہیں !!

ہماری اس ویب سائٹ پر بیان ہو چکا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے بیوی کو مارنے کی جو اجازت دی ہے وہ غیر موثر مار ہے جو یا تو مسواک کے ساتھ ہو اور جس سے کوئی درد وغیرہ نہ ہو، بلکہ اس مار کی صرف معنوی اور شعوری اور احساس کی درد ہونی چاہیے

ہماری عزیز بہن :

یہ دین کے ساتھ انصاف نہیں کہ آپ کیسی ایسی چیز سے دوچار ہوں جو آپ کے ایمان کو متزلزل کرے یا آپ کے دین کو خطرہ میں ڈال دے

جب بھی کوئی مشکل پیش آئے یا آپ دین کے بارہ میں کوئی شبہ سنیں تو اپنے ایمان کو خطرے میں مت ڈالیں، بلکہ آپ اللہ کا شکر کریں کہ اللہ نے آپ کو ایمان کی ہدایت دی اور آپ اپنے اوپر اللہ کے حق کو دیکھیں، کہ آپ کو اس نے اس نئے دین کے ساتھ کتنی عزت دی ہے

آپ وقت کے ساتھ ساتھ علم بھی زیادہ پائیں گی اور اپنے دین کے بارہ میں جو استفسار ہو گا اس کا جواب بھی آپ کو مل جائیگا

اور اگر بالفرض آپ سے ایک یا دو چیزیں یا ایک دو مسئلے غائب بھی ہو جائیں تو یہ دین کے ساتھ انصاف نہیں کہ آپ اس چھوٹی سی غائب ہونے والی چیز سے اپنے دین کو متزلزل کر دیں

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ کا شرح صدر کرے ، اور آپ کے دل کو دین پر ثابت قدم رکھے ، اور آپ کے ایمان ویقین اور ہدایت میں اضافہ فرمائے

واللہ اعلم .